باغِ فدَک

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

تَشَیُّع کی بنیادیں غلو پر اٹھائی گئی ہیں، جیسا کہ مشہور شیعہ عالم محمد باقر مجلسی نے اپنی کتاب بحارالانوار(۲۶،۲۶۷) میں بیان کیا ہے۔

بَابُ تَعْظِيمِهِمْ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ، وَعَلٰى جَمِيعِ الْخَلْقِ.

''ائمہ معصومین کو انبیائے کرام اور تمام مخلوق پر عظمت حاصل ہے۔''

ان کے نزدیک ائمہ معصومین تمام انبیا و مخلوقات سے افضل ہیں، اس ضمن میں ہم یہ بتانا چاہتے ہیں، جو لوگ انبیائے کرام جیسی مقدس ہستیوں کی گستاخی کے درپے ہوں، ان سے صحابہ کرام کے بارے میں کیا توقع رکھی جاسکتی ہے؟

اُمت کے سب سے بہتر اور افضل انسان سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول پر طعن و تشنیع کرنا تو گویا ان کا مذہبی فریضہ ہے۔ یہ لوگ خلیفہ اول، سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غاصب اور ظالم قرار دیتے ہیں، کہتے ہیں کہ مدینہ، خیبر اور فدک کا مال اور زمین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تھی اور اہل بیت میں تقسیم ہونی چاہیے تھی، وہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو کیوں نہ دی؟ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر بھی ان کو نہیں دی گئی۔

حالانکہ بدیہی بات ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا تھی، کیونکہ اس دعویٰ میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اہل بیت کا کوئی فرد شریک نہیں ہوا۔ سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دلیل کے ساتھ قائل کرنے کی کوشش کی۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور اہل بیت میں سے کسی نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس حوالے سے غاصب یا ظالم نہیں کہا۔وہ کہہ بھی کیسے سکتے تھے؟ وہ مال سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے غصب کیا، نہ اپنی ذات پر خرچ کیا، بلکہ خلیفہ ہونے کے ناطے بطور امانت اپنے پاس رکھا۔اس کا محصول اہل بیت پر خرچ کیا جاتا تھا، ان کے بعد پھر یہی مال سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس گیا، ان کے بعد سیدنا عثمان اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما کے پاس آ گیا۔

سوال یہ ہے کہ وہ مال سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اہل بیت میں تقسیم کیوں نہ کیا؟ جو جواب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دیا جائے گا، وہی جواب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سمجھا جائے۔اور کیا اس بنا پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو غاصب قرار دیا جا سکتا ہے؟

حافظ ابن عبدالبر رحمہ اللہ (368-463ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا الرَّوَافِضُ فَلَيْسَ قَوْلُهُمْ مِمَّا يُشْتَغَلُ بِهِ، وَلَا يُحْكٰى مِثْلُهُ، لِمَا فِيهِ مِنَ الطَّعْنِ عَلَى السَّلَفِ، وَالْمُخَالَفَةِ لِسَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ،-----، وَكَيْفَ يَسُوغُ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَظُنَّ بِأَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْعَ فَاطِمَةَ مِيرَاثَهَا مِنْ أَبِيهَا، وَهُوَ يَعْلَمُ بِنَقْلِ الْكَافَّةِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يُعْطِي الْأَحْمَرَ وَالْأَسْوَدَ حُقُوقَهُمْ، وَلَمْ يَسْتَأْثِرْ مِنْ مَّالِ اللّٰهِ لِنَفْسِهِ، وَلَا لِبَنِيهِ، وَلَا لِأَحَدٍ مِّنْ عَشِيرَتِهِ بِشَيْءٍ، وَإِنَّمَا أَجْرَاهُ مَجْرَى

الصَّدَقَةِ، أَلَيْسَ يَسْتَحِيلُ فِي الْعُقُولِ أَنْ يَّمْنَعَ فَاطِمَةَ، وَيَرُدَّهٗ عَلٰى سَائِرِ الْمُسْلِمِينَ؟

''روافض کا موقف قابل التفات ہے، نہ قابل نقل، کیوں کہ اس میں سلف صالحین پر طعن اور سبیل مومنین کی مخالفت ہے۔ کسی مسلمان کے لیے کیسے ممکن ہے کہ وہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں گمان کرے کہ انہوں نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے ان کے والد محترم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت روک دی تھی؟ حالاں کہ وہ اس متواتر حقیقت سے واقف ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہر سیاہ وسفید کے حقوق ادا کرتے تھے۔ انہوں نے تو اللہ تعالیٰ کے مال میں سے اپنی ذات، اولاد اور اپنے عزیز واقارب کسی کے لئے کچھ نہیں لیا۔ انہوں نے بیت المال میں آنے والا تمام مال صدقہ کی حیثیت سے خرچ کیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مال روک لیں اور اسے باقی مسلمانوں پر خرچ کر دیں؟''

(التّمهيد لما في الموطّأ من المعاني والأسانيد : 8/161-172)

باغِ فدک اور احادیثِ رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام :

① متواتر حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ.

''ہماری میراث نہیں ہوتی۔ ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے۔''

(صحيح البخاري: 6727، صحيح مسلم: 1761، عن أبي هريرة)

② ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ، عَلَيْهَا السَّلَامُ، أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهٗ مِيرَاثَهَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فِيمَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، تَطْلُبُ صَدَقَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ مِّنْ هٰذَا المَالِ، يَعْنِى مَالَ اللّٰهِ، لَيْسَ لَهُمْ أَنْ يَّزِيدُوا عَلَى المَأْكَلِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ! لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِّنْ صَدَقَاتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ فِيهَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَتَشَهَّدَ عَلِيٌّ، ثُمَّ قَالَ: إِنَّا قَدْ عَرَفْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ فَضِيلَتَكَ، وَذَكَرَ قَرَابَتَهُمْ مِّنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَقَّهُمْ، فَتَكَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ، فَقَالَ: وَالَّذِي نَفْسِى بِيَدِهٖ! لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي.

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیج کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس میراث کا مطالبہ کیا، جو اللہ تعالیٰ نے انہیں مالِ فے کی صورت میں عطا کی تھی، باغ فدک اور خیبر کے خُمس کا بھی مطالبہ کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ہماری میراث نہیں ہوتی، ہمارا متروکہ مال صدقہ ہوتا ہے، ہاں! آلِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات اس سے پورے کئے جائیں، مگر انہیں حق نہیں ہوگا کہ کھانے، پینے کے علاوہ کسی مصرف میں لائیں۔ اللہ کی قسم! میں دورِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات صدقہ میں تبدیلی نہیں کروں گا، بلکہ ان معمولات کو اسی طرح جاری رکھوں گا، جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ کر گئے۔ پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا اور فرمایا: اے ابو بکر! ہم آپ کی فضیلت و مرتبہ کے اقراری ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اہل بیت کی قرابت داری اور ان کے حقوق کا ذکر کیا۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے حسن سلوک مجھے اپنے عزیز واقارب سے زیادہ عزیز ہے۔''

(صحيح البخاري :3711، 3712، صحيح مسلم : 1758)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (773-852ھ) فرماتے ہیں:

وَ [صَدَقَةً] بِالنَّصْبِ عَلَى الْحَالِ، وَهِيَ دَعْوٰى مِنْ بَعْضِ الرَّافِضَةِ، فَادَّعٰى أَنَّ الصَّوَابَ فِي قِرَاءَ ةِ هٰذَا الْحَدِيثِ

هٰكَذَا، وَالَّذِي تَوَارَدَ عَلَيْهِ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِي الْقَدِيمِ وَالْحَدِيثِ [لَا نُورَثُ]، بِالنُّونِ وَ [صَدَقَةٌ] بِالرَّفْعِ، وَأَنَّ لِلْكَلَامِ جُمْلَتَيْنِ، وَ [مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالْابْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَةٌ] خَبَرُهُ، وَيُؤَيِّدُهُ وُرُودُهُ فِي بَعْضِ طُرُقِ الصَّحِيحِ [مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ]، وَقَدِ احْتَجَّ بَعْضُ الْمُحَدِّثِينَ عَلٰى بَعْضِ الْإِمَامِيَّةِ، بِأَنَّ أَبَا بَكْرٍ اِحْتَجَّ بِهٰذَا الْكَلَامِ عَلٰى فَاطِمَة رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، فِيمَا الْتَمَسَتْ مِنْهُ مِنَ الَّذِي خَلَفَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْأَرَاضِي، وَهُمَا مِنْ أَفْصَحِ الْفُصَحَاءِ، وَأَعْلَمُهُمْ بِمَدْلُولَاتِ الْأَلْفَاظِ، وَلَوْ كَانَ الْأَمْرُ كَمَا يَقْرَؤُهُ الرَّافِضِيُّ لَمْ يَكُنْ فِيمَا احْتَجَّ بِهِ أَبُو بَكْرٍ حُجَّةٌ، وَلَا كَانَ جَوَابُهُ مُطَابِقًا لِّسُؤَالِهَا، وَهٰذَا وَاضِحٌ لِّمَنْ أَنْصَفَ .

”بعض روافض نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس حدیث کی قرأت میں لفظ [صَدَقَةً] کا حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہونا ہی صحیح ہے، لیکن جس پر جدید اور قدیم محدثین کا اتفاق ہے، وہ [لَا نُورَثُ] نون کے ساتھ ہے، [صَدَقَةٌ] مرفوع ہے۔ کلام کے دو جملے ہیں؛ ایک [مَا تَرَكْنَا] مبتدا ہونے کے لحاظ سے محلاً مرفوع ہے، [صَدَقَةٌ] اس کی خبر ہے۔ صحیح بخاری کی ایک روایت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اس میں الفاظ یہ ہیں: [مَا

تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ] ''ہم (انبیا) نے جو مال چھوڑا ہے، وہ صدقہ ہی ہے۔'' محدثین نے سیدنا ابوبکرصدیق رضی اللہ عنہ کی سیدہ فاطمہ کے مطالبہ پر جوابی گفتگو امامیہ کے خلاف دلیل بنائی ہے۔ یہ دونوں ہستیاں فصاحت میں سب سے بڑھ کر تھیں اور الفاظِ حدیث کے مطالب و مفاہیم بہتر جاننے والی تھیں۔ اگر ان الفاظ کی قرأت وہی ہے، جو روافض بتاتے ہیں، تو یہ دلیل مانی جاتی، نہ ان کا جواب سوال کے مطابق قرار پاتا۔ یہ بات انصاف پسند طبیعت پر واضح ہے۔''

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 202/6)

حافظ، عبدالرحیم بن حسین، عراقی رحمہ اللہ (725-806ھ) کہتے ہیں:

هٰذِهِ الرِّوَايَةُ صَرِيحَةٌ فِي الرَّدِّ عَلٰى بَعْضِ جَهَلَةِ الشِّيعَةِ، حَيْثُ قَالَ فِي الرِّوَايَةِ الَّتِي سُقْنَاهَا مِنْ مُّسْلِمٍ : «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» أَنَّهٗ بِالنَّصْبِ عَلٰى أَنَّ مَا نَافِيَةٌ، وَهُوَ غَلَطٌ قَبِيحٌ، بَلْ هُوَ بِالرَّفْعِ، وَمَا مَوْصُولَةٌ، وَرِوَايَتُنَا صَرِيحَةٌ فِي ذٰلِكَ، لِقَوْلِهٖ فِيهَا : فَهُوَ صَدَقَةٌ.

''یہ روایت شیعہ جہال کا واضح ردّ ہے، وہ کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی روایت «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ» میں «صَدَقَةً» منصوب ہے اور ما نافیہ ہے۔ (انبیا کا متروکہ مال صدقہ نہیں)، لیکن یہ ان کی قبیح غلطی ہے، «صَدَقَةٌ» مرفوع ہے اور «مَا» موصولہ ہے۔ اس ضمن میں وہ روایت قول فیصل ہے،

جس کے الفاظ ہیں: «مَا تَرَكْنَا فَهُوَ صَدَقَةٌ» ''انبیا کا متروکہ مال صدقہ ہی ہوتا ہے۔''(طرح التثريب في شرح التقريب : 242/6)

شارحِ ترمذی، علامہ محمد عبدالرحمٰن، مبارکپوری رحمہ اللہ (م:1353ھ) کہتے ہیں:

وَ [مَا تَرَكْنَا] فِي مَوْضِعِ الرَّفْعِ بِالِابْتِدَاءِ، وَ [صَدَقَةٌ] خَبَرُهُ، وَقَدْ زَعَمَ بَعْضُ الرَّافِضَةِ أَنَّ [لَا نُورَثُ] بِالْيَاءِ التَّحْتَانِيَّةِ، وَ [صَدَقَةً] بِالنَّصْبِ عَلَى الْحَالِ، وَ [مَا تَرَكْنَاهُ] فِي مَحَلِّ رَفْعٍ عَلَى النِّيَابَةِ، وَالتَّقْدِير : لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالَ كَوْنِهِ صَدَقَةً، وَهٰذَا خِلَافُ مَا جَاءَ تْ بِهِ الرِّوَايَةُ، وَنَقَلَهُ الْحُفَّاظُ، وَمَا ذٰلِكَ بِأَوَّلِ تَحْرِيفٍ مِّنْ أَهْلِ تِلْكَ النِّحْلَةِ، وَيُوَضِّحُ بُطْلَانَهُ مَا فِي حَدِيثِ أَبِي هُرَيْرَةَ الْمَذْكُورِ بِلَفْظِ [فَهُوَ صَدَقَةٌ]، وَقَوْلُهُ : لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا .

''«مَا تَرَكْنَا» مبتدا ہونے کی بنا پر مرفوع ہے اور «صَدَقَةٌ» اس کی خبر۔ بعض رافضیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ لفظ «لَا نُورَثُ» دراصل «لَا يُورَثُ» ہے۔ «صَدَقَةً» حال ہے، اس لئے منصوب ہے۔ «مَا تَرَكْنَا» نائب فاعل ہونے کی بنا پر مرفوع ہے۔ اصل عبارت یوں ہو گی: «لَا يُورَثُ الَّذِي تَرَكْنَاهُ حَالَ كَوْنِهِ صَدَقَةً» ''ہمارا متروکہ صدقہ میراث نہیں ہوتا۔'' یہ تاویل ان صحیح احادیث کے خلاف ہے، جنہیں حفاظ

محدثین نے نقل کیا ہے۔ یہ اس فرقہ کی کوئی پہلی تحریف نہیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی مذکورہ حدیث اس بات کا واضح طور پر ردّ کرتی ہے، جس کے الفاظ ہیں: «فَهُوَ صَدَقَةٌ» ''ہم جو چھوڑیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔'' نیز ارشاد ہے: «لَا تَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا» ''میرے ورثا ایک دینار بھی تقسیم نہ کریں۔'' (تحفة الأحوذي: 193/5)

کہا جاتا ہے کہ مرتضیٰ موسوی شیعہ اور ابو علی حسین بن خضر قاضی کے مابین مسئلہ ''میراث الانبیا'' پر مناظرہ ہوا تھا۔ ہم اس کی سند پر مطلع نہیں ہو سکے، البتہ اس میں روافض کے استدلال کا رد ہوتا ہے، لہٰذا اسے بطور فائدہ ذکر کیا جاتا ہے۔

فَإِنَّ أَبَا عَلِيٍّ تَمَسَّكَ بِهٰذَا الْحَدِيثِ قَوْلِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَاعْتَرَضَ عَلَيْهِ الْمُرْتَضَى الْمُوسَوِيُّ، وَقَالَ: كَيْفَ تَقُولُ إِعْرَابَ صَدَقَةٍ بِالرَّفْعِ أَوِ النَّصْبِ؟ إِنْ قُلْتَ بِالرَّفْعِ فَلَيْسَ كَذٰلِكَ، وَإِنْ قُلْتَ بِالنَّصْبِ فَهُوَ حُجَّتِي، لِأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً، يَعْنِي لَمْ نَتْرُكْهُ صَدَقَةً، فَدَخَلَ أَبُو عَلِيٍّ وَقَالَ: فِيمَا ذَهَبْتَ إِلَيْهِ إِبْطَالُ فَائِدَةِ الْحَدِيثِ، فَإِنَّ أَحَدًا لَّا يَخْفٰى عَلَيْهِ أَنَّ الْإِنْسَانَ إِذَا مَاتَ يَرِثُهٗ قَرِيبُهٗ، وَأَقْرَبُ النَّاسِ إِلَيْهِ، وَلَا يَكُونُ صَدَقَةً وَّلَا يَقَعُ فِيهِ الْإِشْكَالُ، فَبَيَّنَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَنَّ مَا تَرَكَهُ صَدَقَةٌ بِخِلَافِ سَائِرِ النَّاسِ .

''ابوعلی قاضی نے اس حدیث کو دلیل بنایا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہماری میراث نہیں ہوتی، ہم (انبیا) جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' اس پر مرتضٰی موسوی شیعہ نے اعتراض کرتے ہوئے کہا: آپ اس حدیث کا اعراب کیسے پڑھتے ہیں؟ لفظ «صَدَقَة» مرفوع ہے یا منصوب؟ مرفوع ہے، تو آپ کی بات درست نہیں، منصوب ہے، تو یہ میری دلیل بنتی ہے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: «مَا تَرَكْنَا صَدَقَةً»، ''ہم صدقہ نہیں چھوڑتے۔'' ابوعلی قاضی نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا: حدیث کا جو معنی آپ لے رہے ہیں، اس سے حدیث کا مقصد ہی باطل ہو جاتا ہے، کیونکہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں کہ جب کوئی فوت ہوتا ہے، تو قریبی رشتہ دار ہی اس کے وارث بنتے ہیں، وہ مال صدقہ نہیں ہوتا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ اس خصوصی بیان کا مقصد ہی یہ ہے کہ عام لوگوں کے برعکس نبی اکرم ﷺ کا متروکہ مال صدقہ ہے۔''

(الأنساب للسمعاني : 310/9)

یہ بات تو ہر کسی کو معلوم ہے کہ امتیوں کا چھوڑا ہوا مال ورثا میں تقسیم ہوتا ہے، صدقہ نہیں ہوتا۔ اگر نبی اکرم ﷺ کی وراثت کا بھی یہی معاملہ تھا، تو اس خصوصی بیان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ وراثت انبیا کا معاملہ خاص تھا اور وہ یہ کہ

ان کی وراثت نہیں ہوتی، وہ جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہی ہوتا ہے۔اس حدیث کا یہی مفہوم ہے، سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بھی سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بات سن کر یہ حقیقت تسلیم کر لی تھی۔ یہ بات ہماری ذکر کردہ حدیث نمبر ② میں بیان ہو چکی ہے۔

③ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ جَاءَ تْ أَبَا بَكْرٍ، وَعُمَرَ، تَسْأَلُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَا : سَمِعْنَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنِّي لَا أُورَثُ، قَالَتْ : وَاللّٰهِ! لَا أُكَلِّمُكُمَا أَبَدًا، فَمَاتَتْ وَلَا تُكَلِّمُهُمَا .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں، تاکہ ان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کریں۔ دونوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا: ''میری کوئی وراثت نہیں ہوگی۔'' اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ دونوں سے گفتگو نہیں کروں گی۔ پھر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فوت ہونے تک ان سے بات نہیں کی۔''

(مسند الإمام أحمد : 13/1، سنن الترمذي : 1609، وسندهٗ حسنٌ)

④ روایت ہے:

إِنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا جَاءَ تْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَتْ : مَنْ يَّرِثُكَ؟ قَالَ : أَهْلِي وَوَلَدِي، قَالَتْ : فَمَا لِي لَا أَرِثُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ : إِنِّي

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِنَّا لَا نُورَثُ، وَلٰكِنِّي أَعُولُ مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعُولُهُ، وَأُنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُنْفِقُ عَلَيْهِ .

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہنے لگیں: آپ کا وارث کون ہوگا؟ جواب دیا: میرے بیوی بچے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں: پھر کیا وجہ ہے کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وارث نہیں بن رہی۔ اس پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش کیا: ''ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' پھر کہا: لیکن میں ان سب کی کفالت کرتا رہوں گا، جن کی کفالت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے اور میں ان سب کو خرچ فراہم کروں گا، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرچ فراہم کرتے تھے۔''

(السّنن الكبرٰى للبيهقي : 302/6، وسندهٗ حسنٌ)

⑤ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَقْتَسِمُ وَرَثَتِي دِينَارًا وَّلَا دِرْهَمًا، مَا تَرَكْتُ بَعْدَ نَفَقَةِ نِسَائِي وَمَئُونَةِ عَامِلِي، فَهُوَ صَدَقَةٌ .

''میرے ورثا میرا چھوڑا ہوا مال تقسیم نہ کریں۔ میری ازواج کے نان ونفقہ اور اس کے منتظم کی مزدوری سے بچا ہوا مال صدقہ ہے۔''

(صحيح البخاري : 2776، صحيح مسلم : 1760)

⑥ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، ابْنَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَنْ يَّقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ، فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ، فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهٗ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ، وَعَاشَتْ بَعْدَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سِتَّةَ أَشْهُرٍ، قَالَتْ : وَكَانَتْ فَاطِمَةُ تَسْأَلُ أَبَا بَكْرٍ نَصِيبَهَا، مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ خَيْبَرَ، وَفَدَكَ، وَصَدَقَتِهٖ بِالْمَدِينَةِ، فَأَبٰى أَبُو بَكْرٍ عَلَيْهَا ذٰلِكَ، وَقَالَ : لَسْتُ تَارِكًا شَيْئًا، كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْمَلُ بِهٖ إِلَّا عَمِلْتُ بِهٖ، فَإِنِّي أَخْشٰى إِنْ تَرَكْتُ شَيْئًا مِّنْ أَمْرِهٖ أَنْ أَزِيغَ، فَأَمَّا صَدَقَتُهٗ بِالْمَدِينَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ، وَعَبَّاسٍ، وَأَمَّا خَيْبَرُ، وَفَدَكُ، فَأَمْسَكَهَا عُمَرُ، وَقَالَ : هُمَا صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَانَتَا

لِحُقُوقِهِ الَّتِي تَعْرُوهُ وَنَوَائِبِهِ، وَأَمْرُهُمَا إِلٰى مَنْ وَلِيَ الْأَمْرَ، قَالَ : فَهُمَا عَلٰى ذٰلِكَ إِلَى الْيَوْمِ .

''رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے جہان فانی سے رخصت ہونے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کے ترکہ کا مطالبہ کیا، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ہمارا ورثہ تقسیم نہیں ہوتا، ہمارا ترکہ صدقہ ہوتا ہے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ سن کر غصے کا اظہار کیا اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملاقات ترک کر دی اور وفات تک ان سے نہ ملیں۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے بعد چھ ماہ زندہ رہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے مزید فرمایا: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ کے خیبر، فدک اور مدینہ کے صدقہ کی وراثت کا بھی مطالبہ کیا تھا، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس سے انکار تھا۔ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ ﷺ کے جاری کردہ کسی بھی عمل کو چھوڑنے کو تیار نہیں، مجھے ڈر ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ کے کسی عمل کو چھوڑا، تو حق سے منحرف ہو جاؤں گا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر رسول اللہ ﷺ کا مدینہ منورہ میں جو صدقہ تھا، وہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کو دے دیا، البتہ خیبر اور فدک کی جائیداد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے روک لی اور فرمایا: یہ دونوں اشیا رسول اللہ ﷺ کی طرف سے صدقہ ہیں، ان وقتی حقوق و حادثات کے لیے یہ جائداد خلیفہ وقت کے پاس رہے گی۔ امام

زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس جائداد کا انتظام آج تک چلا آرہا ہے۔‘‘

(صحيح البخاري : 3093، 3092، صحيح مسلم : 1759)

فدک کی زمین ہبہ یا وراثت؟

بعض الناس اس مسئلہ میں واضح تناقض و اضطراب کا شکار ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی زمین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہبہ کی تھی اور کبھی کہتے ہیں کہ انہوں نے بطور میراث فدک کی زمین سے اپنا حصہ مانگا تھا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (728-661ھ) فرماتے ہیں:

إِنَّ مَا ذُكِرَ مِنَ ادِّعَاءِ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا فَدَكَ، فَإِنَّ هٰذَا يُنَاقِضُ كَوْنَهَا مِيرَاثًا لَّهَا، فَإِنْ كَانَ طَلَبُهَا بِطَرِيقِ الْإِرْثِ امْتَنَعَ أَنْ يَكُونَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ، وَإِنْ كَانَ بِطَرِيقِ الْهِبَةِ امْتَنَعَ أَنْ يَّكُونَ بِطَرِيقِ الْإِرْثِ، ثُمَّ إِنْ كَانَتْ هٰذِهٖ هِبَةً فِي مَرَضِ الْمَوْتِ، فَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُنَزَّهٌ، إِنْ كَانَ يُورَثُ كَمَا يُورَثُ غَيْرُهٗ، أَنْ يُّوصِيَ لِوَارِثٍ أَوْ يَخُصَّهٗ فِي مَرَضِ مَوْتِهٖ بِأَكْثَرَ مِنْ حَقِّهٖ، وَإِنْ كَانَ فِي صِحَّتِهٖفَلَا بُدَّ أَنْ تَكُونَ هٰذِهٖ هِبَةً مَّقْبُوضَةً، وَإِلَّا فَإِذَا وَهَبَ الْوَاهِبُ بِكَلَامِهٖ وَلَمْ يَقْبِضِ الْمَوْهُوبُ شَيْئًا حَتّٰى مَاتَ الْوَاهِبُ كَانَ ذٰلِكَ بَاطِلًا عِنْدَ جَمَاهِيرِ الْعُلَمَاءِ.

''مالِ فدک کے متعلق سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دعویٰ کا جو ذکر ملتا ہے، اس میں تناقض پایا جاتا ہے، (یہ معاملہ دو حال سے خالی نہیں) اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فدک کی جاگیر میراث کی بنا پر طلب کرتی تھیں، تو یہ ہبہ نہیں ہو سکتا اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی، تو یہ وراثت نہیں بن سکتی۔ اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ جاگیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دی تھی اور دوسروں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت بھی تقسیم ہونا تھی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اس سے مبرا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حق میں وصیت کرتے یا حالت مرض میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ان کے حق سے زیادہ مال عطا فرماتے (حالانکہ آپ رضی اللہ عنہا حقیقی وارث بھی تھیں اور وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں) اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت صحت میں فدک کی جاگیر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عطا کی تھی، تو وہ ہبہ با قبضہ ہونا چاہئے تھا، اس لئے کہ ہبہ کرنے والا کوئی چیز ہبہ کر دے اور جسے ہبہ کیا گیا ہے، وہ اس پر قابض نہ ہو اور ہبہ کرنے والا فوت ہو جائے، تو جمہور علما کے نزدیک ایسا ہبہ ختم ہو جاتا ہے۔''

(منهاج السنّة النبويّة في نقض كلام الشيعة القدريّة : 228/4)

صحیح یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مطالبہ میراث کی حیثیت سے تھا۔

⑦ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

إِنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَامُ، بِنْتَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَرْسَلَتْ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ، تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ، وَفَدَكَ، وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ، وَإِنِّي وَاللّٰهِ لَا أُغَيِّرُ شَيْئًا مِنْ صَدَقَةِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ حَالِهَا الَّتِي كَانَ عَلَيْهَا فِي عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَلَأَعْمَلَنَّ فِيهَا بِمَا عَمِلَ بِهٖ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَبٰى أَبُو بَكْرٍ أَنْ يَّدْفَعَ إِلٰى فَاطِمَةَ مِنْهَا شَيْئًا، فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰى أَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ، فَهَجَرَتْهُ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى تُوُفِّيَتْ .

''نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور نبی کریم ﷺ کی چھوڑی ہوئی جائیداد فدک، مدینہ میں کچھ مال اور خیبر کے خمس سے میراث کا مطالبہ کیا۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم نبیوں کا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے، البتہ آلِ محمد ﷺ اس مال سے کھاتے رہیں گے۔'' اللہ کی قسم! جو صدقہ نبی

کریم ﷺ جس حال میں چھوڑ گئے ہیں، میں اس میں تغیر نہیں کروں گا، وہ اب بھی اسی طرح رہے گا۔ اس کی تقسیم میں وہی طرز عمل اختیار کروں گا، جو نبی کریم ﷺ کا حیات مبارکہ میں تھا۔ الغرض! سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کچھ دینے سے معذرت کر لی۔ اس پر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے خفا ہو گئیں اور ان سے ملاقات ترک کر دی۔ اس کے بعد وفات تک ان سے گفتگو نہیں کی۔''

(صحيح البخاري : 4240، صحيح مسلم : 1759)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

كَوْنُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُورَثُ، ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ الْمَقْطُوعِ بِهَا وَبِإِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ، وَكُلٌّ مِّنْهُمَا دَلِيلٌ قَطْعِيٌّ، فَلَا يُعَارَضُ ذٰلِكَ بِمَا يُظَنُّ أَنَّهٗ عُمُومٌ، وَإِنْ كَانَ عُمُومًا فَهُوَ مَخْصُوصٌ، لِأَنَّ ذٰلِكَ لَوْ كَانَ دَلِيلًا لَّمَا كَانَ إِلَّا ظَنِّيًّا، فَلَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ، إِذِ الظَّنِّيُّ لَا يُعَارِضُ الْقَطْعِيَّ، وَذٰلِكَ أَنَّ هٰذَا الْخَبَرَ رَوَاهُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ فِي أَوْقَاتٍ وَّمَجَالِسَ، وَلَيْسَ فِيهِمْ مَّنْ يُّنْكِرُهٗ، بَلْ كُلُّهُمْ تَلَقَّاهُ بِالْقَبُولِ وَالتَّصْدِيقِ، وَلِهٰذَا لَمْ يُصِرَّ أَحَدٌ مِّنْ أَزْوَاجِهٖ عَلَى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، وَلَا أَصَرَّ الْعَمُّ عَلٰى طَلَبِ الْمِيرَاثِ، بَلْ

مَنْ طَلَبَ مِنْ ذٰلِكَ شَيْئًا فَأُخْبِرَ بِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، رَجَعَ عَنْ طَلَبِهٖ، وَاسْتَمَرَّ الْأَمْرُ عَلٰى ذٰلِكَ عَلٰى عَهْدِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ إِلٰى عَلِيٍّ، فَلَمْ يُغَيِّرْ شَيْئًا مِّنْ ذٰلِكَ وَقَسَّمَ لَهُ تَرِكَةً.

''صحیح سنت اور اجماع سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کا کوئی بھی وارث نہیں بن سکتا، یہ دونوں قطعی دلیلیں ہیں، لہٰذا اپنے ظن پر مبنی عموم سے ان دلائل کا معارضہ درست نہیں۔ اگر عموم کو درست مان لیا جائے، تو بھی اس میں تخصیص سے کوئی مانع نہیں۔ بہر صورت یہ دلیل ظنی ہوگی، جو قطعی کے معارض نہیں ہوسکتی، کیونکہ ظنی دلیل قطعی کی معارض نہیں ہوسکتی۔ ہماری دلیل کے قطعی ہونے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ انبیا کی وراثت کے تقسیم نہ ہونے والی حدیث مختلف اوقات ومجالس میں کئی صحابہ کرام نے روایت کی، مگر کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا، بلکہ اسے قبول کیا اور سچ جانا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے کسی نے میراث نبوی کے مطالبہ پر اصرار نہیں کیا، نہ ہی آپ ﷺ کے چچا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے اس مطالبہ پر اصرار کیا۔ اگر کسی نے مطالبہ کیا بھی اور اسے نبی کریم ﷺ کا فرمان سنایا گیا، تو وہ مطالبہ سے فوراً پیچھے ہٹ گیا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت تک تمام خلفائے راشدین کے عہد میں یہ حالت برقرار رہی، کسی نے کوئی تبدیلی کی، نہ آپ ﷺ کا ترکہ تقسیم کیا۔''

(منهاج السنّة النبوية في نقض كلام الشّيعة والقدريّة : 220/4)

یہاں ہم ابن الجوزی رحمہ اللہ کا ذکر کردہ بے سند قصہ بھی سمع گزار کئے دیتے ہیں:

ابوالعباس، عبداللہ بن محمد بن علی ہاشمی، سفاح کے بارے میں ہے:

إِنَّهُ خَطَبَ يَوْمًا، فَقَامَ رَجُلٌ مِّنْ آلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! أَمِدَّنِي عَلٰى مَنْ ظَلَمَنِي، قَالَ: وَمَنْ ظَلَمَكَ؟ قَالَ: أَنَا مِنْ أَوْلَادِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَالَّذِي ظَلَمَنِي أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، حِينَ أَخَذَ فَدَكَ مِنْ فَاطِمَةَ، قَالَ: وَدَامَ عَلٰى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ قَامَ بَعْدَهٗ؟ قَالَ: عُمَر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَدَامَ عَلٰى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَمَنْ قَامَ بَعْدَهٗ؟ قَالَ: عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، قَالَ: وَدَامَ عَلٰى ظُلْمِكُمْ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَمَنْ قَامَ بَعْدَهٗ؟ فَجَعَلَ يَلْتَفِتُ كَذَا وَكَذَا، يَنْظُرُ مَكَانًا يَهْرُبُ إِلَيْهِ.

''اس نے ایک دن خطبہ دیا۔ دورانِ خطبہ آلِ علی رضی اللہ عنہ سے تعلق رکھنے والا ایک آدمی کھڑا ہو کر کہنے لگا: امیر المومنین! ظالم کے خلاف میری مدد کیجیے! خلیفہ نے پوچھا: آپ پر کس نے ظلم کیا ہے؟ کہا: میں آلِ علی سے ہوں اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کی وراثت نہ دے کر مجھ پہ ظلم کیا۔ خلیفہ نے پوچھا: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس ظلم پر ڈٹے رہے؟ اس نے کہا: جی ہاں۔ خلیفہ نے پوچھا: ان کے بعد کون (ظالم) تخت

خلافت پر متمکن ہوا؟ اس نے کہا: عمر رضی اللہ عنہ، پوچھا: انہوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ کہا: جی ہاں! ان کے بعد خلیفہ کون ہوا؟ کہا: عثمان رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے بھی یہ ظلم روا رکھا؟ کہا: جی ہاں! خلیفہ نے پوچھا: ان کے بعد کون خلیفہ بنا؟ اب وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگا اور بھاگنے کی کوشش کرنے لگا۔''

(تلبيس إبليس، ص: 153)

بعض لوگ خواہ مخواہ اس مسئلہ کی بنا پر خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کی تنقیص شان میں مصروف عمل ہیں، حالاں کہ انہوں نے واضح حدیث پیش کی کہ یہ اہل بیت کا حق ہے اسے اہل بیت پر خرچ کیا جائے گا اور خرچ کرتے بھی رہے۔ میراث کا مطالبہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اجتہادی خطا تھی۔ اس بنیاد پر اہل بیت عظام میں سے کسی نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر اعتراض نہیں کیا۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا تھا:

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّي، فَمَنْ أَغْضَبَهَا أَغْضَبَنِي.

''فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، جس نے اسے ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔''

(صحيح البخاري: 3714)

حالانکہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ناراضی والی بات ہی خطا ہے، انسان ہونے کے ناطے افہام وتفہیم میں غلطی لگ جاتی ہے۔ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دلیل سے قائل کرنا چاہا، مگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بات نہ سمجھ سکیں۔ اس پر تھوڑا سا محسوس کر لیا۔ کیوں کہ وہ اس مال کو اپنا موروثی حق گردانتی تھیں، جبکہ ایسا نہیں تھا۔ ذرا اس حدیث کا مکمل مطالعہ

فرمائیں:

❁ سیدنا مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا خَطَبَ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَسَمِعَتْ بِذٰلِكَ فَاطِمَةُ، فَأَتَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَتْ : يَزْعُمُ قَوْمُكَ أَنَّكَ لَا تَغْضَبُ لِبَنَاتِكَ، وَهٰذَا عَلِيٌّ نَاكِحٌ بِنْتَ أَبِي جَهْلٍ، فَقَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَسَمِعْتُهُ حِينَ تَشَهَّدَ، يَقُولُ : أَمَّا بَعْدُ! أَنْكَحْتُ أَبَا الْعَاصِ بْنَ الرَّبِيعِ، فَحَدَّثَنِي وَصَدَقَنِي، وَإِنَّ فَاطِمَةَ بَضْعَةٌ مِّنِّي، وَإِنِّي أَكْرَهُ أَنْ يَّسُوئَهَا، وَاللّٰهِ! لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰهِ، عِنْدَ رَجُلٍ وَّاحِدٍ، فَتَرَكَ عَلِيٌّ الْخِطْبَةَ .

''سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی کو پیغام نکاح دیا۔اس کی اطلاع سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہوئی،تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم سمجھتی ہے کہ آپ اپنی بیٹیوں کے لئے کسی سے غصہ نہیں ہوتے،علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کرنا چاہتے ہیں۔اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا: حمد وثنا کے بعد! میں نے ابوالعاص بن ربیع سے (اپنی بیٹی زینب) کی شادی کی،تو وہ اپنے

قول کے پاسدار رہے۔ فاطمہ میرا جگر گوشہ ہے، مجھے یہ پسند نہیں کہ علی رضی اللہ عنہ اسے تکلیف دیں۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک گھر میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے شادی کا ارادہ ترک کر دیا۔''

(صحيح البخاري : 3729، صحيح مسلم : 2449)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ (661-728ھ) فرماتے ہیں:

فَسَبَبُ الْحَدِيثِ خِطْبَةُ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ لِابْنَةِ أَبِي جَهْلٍ، وَالسَّبَبُ دَاخِلٌ فِي اللَّفْظِ قَطْعًا، إِذِ اللَّفْظُ الْوَارِدُ عَلٰى سَبَبٍ لَّا يَجُوزُ إِخْرَاجُ سَبَبِهٖ مِنْهُ، بَلِ السَّبَبُ يَجِبُ دُخُولُهٗ بِالِاتِّفَاقِ، وَقَدْ قَالَ فِي الْحَدِيثِ : يُرِيبُنِي مَا رَابَهَا، وَيُؤْذِينِي مَا آذَاهَا، وَمَعْلُومٌ قَطْعًا أَنَّ خِطْبَةَ ابْنَةِ أَبِي جَهْلٍ عَلَيْهَا رَابَهَا وَآذَاهَا، وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَابَهٗ ذٰلِكَ وَآذَاهُ، فَإِنْ كَانَ هٰذَا وَعِيدًا لَّاحِقًا بِفَاعِلِهٖ، لَزِمَ أَنْ يَّلْحَقَ هٰذَا الْوَعِيدُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ، وَإِنْ لَّمْ يَكُنْ وَعِيدًا لَّاحِقًا بِفَاعِلِهٖ، كَانَ أَبُو بَكْرٍ أَبْعَدَ عَنِ الْوَعِيدِ مِنْ عَلِيٍّ .

''اس فرمانِ نبوی کا سبب خود اسی حدیث میں موجود ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ابوجہل کی بیٹی اپنے نکاح میں لانا چاہتے تھے۔ حدیث میں بیان کردہ سبب کو اس سے جدا نہیں کیا جاسکتا، بلکہ حدیث کا سبب ورود کے ساتھ

تعلق قائم رکھنا بالاتفاق واجب ہے۔اس حدیث (کی ایک روایت) کے الفاظ ہیں : جو بات فاطمہ کو پریشان کرتی ہے، وہ مجھے بھی پریشان کرتی ہےاور جس بات سے فاطمہ کو تکلیف پہنچے، وہ میرے لئے بھی رنج والم کا باعث ہے۔ یہ بات قطعی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ تکلیف محض اس لئے پہنچی کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا تھا۔ اگر یہ وعید (ایسی) ایذا دینے والے کو لاحق ہوسکتی ہے،تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا اس وعید کی لپیٹ میں آنا ضروری ہےاور اگر اس کا احتمال نہیں،تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت اس وعید سے زیادہ دور ہیں۔'' (منهاج السنّة : 251/4)

اگر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو پریشان کرنے کی بنا پر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس حدیث میں بیان کردہ وعید کا مصداق ٹھہرتے ہیں،تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ جو وجہ ارشاد ہوئے ، اس وعید کے زیادہ مستحق ہیں،حقیقت یہ ہے کہ دونوں میں سے کوئی بھی اس کا مستحق نہیں، بلکہ یہ ہٹ دھرمی ہے کہ مسئلہ فدک میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر کبار صحابہ کرام کو ملامت کیا جائے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْهِجْرَانُ، وَالْحَالَةُ هٰذِهٖ، فَتَحَ عَلٰى فِرْقَةِ الرَّافِضَةِ شَرًّا عَرِيضًا، وَجَهْلًا طَوِيلًا، وَأَدْخَلُوا أَنْفُسَهُمْ بِسَبَبِهٖ فِيمَا لَا يَعْنِيهِمْ، وَلَوْ تَفَهَّمُوا الْأُمُورَ عَلٰى مَا هِيَ عَلَيْهِ لِيَعْرِفُوا

لِلصِّدِّيقِ فَضْلَهُ، وَقَبِلُوا مِنْهُ عُذْرَهُ الَّذِي يَجِبُ عَلٰى كُلِّ أَحَدٍ قَبُولُهُ، وَلٰكِنَّهُمْ طَائِفَةٌ مَّخْذُولَةٌ، وَفِرْقَةٌ مَّرْذُولَةٌ، يَتَمَسَّكُونَ بِالْمُتَشَابِهِ، وَيَتْرُكُونَ الْأُمُورَ الْمُحْكَمَةَ الْمُقَدَّرَةَ عِنْدَ أَئِمَّةِ الْإِسْلَامِ، مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ فَمَنْ بَعْدَهُمْ مِّنَ الْعُلَمَاءِ الْمُعْتَبَرِينَ فِي سَائِرِ الْأَعْصَارِ وَالْأَمْصَارِ، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَأَرْضَاهُمْ أَجْمَعِينَ .

''اس ناراضی پر روافض نے بڑا شور بپا کیا، کمال نادانی کا ثبوت دیا اور لایعنی بحثوں میں اُلجھے رہے۔ حالاں کہ یہ لوگ حقیقت سمجھنے کی کوشش کرتے، تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا اعتراف کرتے اور آپ رضی اللہ عنہ کی بجا معذرت قبول کرتے، کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ دلیل قبول کرنا ہر ایک پر ضروری تھا، لیکن کیا کیا جائے کہ یہ ایسا رسوا اور ذلیل گروہ ہے، جو متشابہ اور لچر دلائل سے استدلال کرتا ہے، جبکہ صحابہ کرام، تابعین عظام اور ہر دور ہر ملک اور ہر شہر کے ذی قدر علما کے یہاں مسلم امور کی مخالفت کرتا ہے۔ مولیٰ کریم ان تمام معززین سے خوب راضی ہو۔''

(البداية والنّهاية : 308/5)

یہ روایات بھی ملاحظہ فرمائیں:

❁ ام المومنین، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَرْسَلَ أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُثْمَانَ إِلٰى

أَبِي بَكْرٍ، يَسْأَلْنَهُ ثُمُنَهُنَّ مِمَّا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَكُنْتُ أَنَا أَرُدُّهُنَّ، فَقُلْتُ لَهُنَّ : أَلَا تَتَّقِينَ اللّٰهَ؟ أَلَمْ تَعْلَمْنَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، [يُرِيدُ بِذٰلِكَ نَفْسَهُ] إِنَّمَا يَأْكُلُ آلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هٰذَا الْمَالِ، فَانْتَهٰى أَزْوَاجُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى مَا أَخْبَرَتْهُنَّ، قَالَ : فَكَانَتْ هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ، مَنَعَهَا عَلِيٌّ عَبَّاسًا فَغَلَبَهُ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ، وَحَسَنِ بْنِ حَسَنٍ، كِلَاهُمَا كَانَا يَتَدَاوَلَانِهَا، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ حَسَنٍ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا .

''ازواج رسول ﷺ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جناب ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو بھیجا، درخواست کی کہ رسول ﷺ اللہ کو اللہ کی طرف سے جو مال بطورِ فے ملا تھا، انہیں اس سے حصہ دیا جائے، میں نے انہیں روکا، کہا: آپ اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں تھا کہ ''ہمارا ترکہ تقسیم نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں، صدقہ ہوتا ہے؟ البتہ آلِ محمد ﷺ کو اس جائیداد سے تا حیات بقدر ضرورت ملتا رہے گا۔'' میں نے یہ حدیث

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کو سنائی، تو انہوں نے ارادہ بدل لیا۔ راوی حدیث عروہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: اس صدقے کا انتظام سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں بھی رہا۔ انہوں نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس کے احکام میں شریک نہیں کیا، اس کا انتظام خود کیا۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے زیر انتظام آیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آیا، پھر امام علی بن حسین رحمہ اللہ اور امام حسن بن حسن رحمہ اللہ کی نگرانی میں رہا۔ وہ اسے استعمال کرتے تھے۔ پھر یہ مال امام زید بن حسن رحمہ اللہ کے پاس آ گیا۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صدقہ ہو گیا تھا۔''

(صحيح البخاري: 4034)

علامہ، ابن بطال رحمہ اللہ (م: 449ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رَوَى الطَّبَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ، قَالَ: قُلْتُ لِأَبِي جَعْفَرٍ: أَرَأَيْتَ عَلِيًّا حِينَ وَلِيَ الْعِرَاقَ، وَمَا كَانَ بِيَدِهٖ مِنْ سُلْطَانِهٖ، كَيْفَ صَنَعَ فِي سَهْمِ ذِي الْقُرْبٰى؟ قَالَ: سَلَكَ بِهٖ، وَاللّٰهِ! طَرِيقَ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ.

''ابو اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابو طالب ابو جعفر باقر رحمہ اللہ سے پوچھا: جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ عراق کے حکمران بنے اور حکومت کی باگ ڈور ان کے ہاتھ آئی، تو انہوں نے اہل بیت کے

حصے کس طرح تقسیم کیے؟ امام باقر رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! وہ سیدنا ابو بکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما ہی کے نقش قدم پر چلے۔‘‘

(شرح صحیح البخاري : 265/5، وسندہٗ صحیحٌ)

علامہ، ابو العباس، قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا لَّمَّا وَلِيَ الْخِلَافَةَ لَمْ يُغَيِّرْهَا عَمَّا عُمِلَ فِيهَا فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ وَّعُمَرَ وَعُثْمَانَ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِتَمَلُّكِهَا، وَلَا لِقِسْمَةِ شَيْءٍ مِّنْهَا، بَلْ كَانَ يَصْرِفُهَا فِي الْوُجُوهِ الَّتِي كَانَ مَنْ قَبْلَهٗ يَصْرِفُهَا فِيهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ حَسَنِ ابْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ تَوَلَّاهَا بَنُو الْعَبَّاسِ عَلٰى مَا ذَكَرَهٗ أَبُو بَكْرٍ الْبُرْقَانِيُّ فِي صَحِيحِهٖ، وَهٰؤُلَاءِ كُبَرَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ، وَهُمْ مُّعْتَمَدُ الشِّيعَةِ وَأَئِمَّتُهُمْ، لَمْ يُرْوَ عَنْ وَّاحِدٍ مِّنْهُمْ أَنَّهٗ تَمَلَّكَهَا، وَلَا وَرِثَهَا، وَلَا وُرِّثَتْ عَنْهُ، فَلَوْ كَانَ مَا يَقُولُهُ الشِّيعَةُ حَقًّا لَّأَخَذَهَا عَلِيٌّ، أَوْ أَحَدٌ مِّنْ أَهْلِ بَيْتِهٖ، لَمَّا ظَفِرُوا بِهَا، وَلَمْ، فَلَا .

’’سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا، تو سیدنا ابو بکر، سیدنا عمر اور

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہم کے عہد خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کی، اس کی ملکیت میں کوئی تعرض نہیں کیا، نہ ہی اس کی جائیداد تقسیم کی، بلکہ جو املاک خلافت پہلے سے چلے آ رہے تھے، انہی میں خرچ کیا۔ اس کے بعد خلافت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے ہاتھ منتقل ہوئی، پھر ترتیب وار حسین بن علی رضی اللہ عنہما، علی بن حسین رحمہ اللہ، حسین بن حسن رحمہ اللہ، زید بن حسن رحمہ اللہ، عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ اور آلِ عباس کے ہاتھ میں رہی، جیسا کہ ابو بکر برقانی رحمہ اللہ کا بیان ہے۔ یہ سب اہل بیت کے بزرگ حکمران ہیں، یہ شیعہ اور ائمہ شیعہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتمد ہیں، ان میں کسی ایک سے بھی روایت نہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ترکہ اپنی وراثت یا ملکیت سمجھا ہو، لہٰذا اگر شیعہ کا دعویٰ سچ ہے، تو سیدنا علی رضی اللہ عنہ یا ان کے اہلِ بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لینا چاہئے تھا، کیونکہ اب حکومت انہیں کے ہاتھ تھی، اگر ایسا نہیں کیا، تو غصب کا دعویٰ درست نہیں۔''

(المُفهِم لِمَا أَشكَلَ مِن تلخيص صحيح مسلم : 564/3)

❀ سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

أَرْسَلَ إِلَيَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ، فَجِئْتُهٗ حِينَ تَعَالَى النَّهَارُ، قَالَ: فَوَجَدْتُهٗ فِي بَيْتِهٖ جَالِسًا عَلٰى سَرِيرٍ مُّفْضِيًا إِلٰى رُمَالِهٖ، مُتَّكِئًا عَلٰى وِسَادَةٍ مِّنْ أَدَمٍ، فَقَالَ لِي: يَا مَالُ! إِنَّهٗ قَدْ دَفَّ أَهْلُ أَبْيَاتٍ مِّنْ قَوْمِكَ، وَقَدْ أَمَرْتُ فِيهِمْ بِرَضْخٍ، فَخُذْهُ

فَاقْسِمْهُ بَيْنَهُمْ، قَالَ : قُلْتُ : لَوْ أَمَرْتَ بِهٰذَا غَيْرِي ! قَالَ : خُذْهُ يَا مَالُ ! قَالَ : فَجَاءَ يَرْفَا، فَقَالَ : هَلْ لَكَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي عُثْمَانَ، وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، وَالزُّبَيْرِ، وَسَعْدٍ؟ فَقَالَ عُمَرُ ؛ نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمْ فَدَخَلُوا، ثُمَّ جَاءَ، فَقَالَ : هَلْ لَكَ فِي عَبَّاسٍ، وَعَلِيٍّ؟ قَالَ : نَعَمْ، فَأَذِنَ لَهُمَا، فَقَالَ عَبَّاسٌ : يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ ! اقْضِ بَيْنِي وَبَيْنَ هٰذَا الْكَاذِبِ الْآثِمِ الْغَادِرِ الْخَائِنِ، فَقَالَ الْقَوْمُ : أَجَلْ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ! فَاقْضِ بَيْنَهُمْ وَأَرِحْهُمْ، فَقَالَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ : يُخَيَّلُ إِلَيَّ أَنَّهُمْ قَدْ كَانُوا قَدَّمُوهُمْ لِذٰلِكَ، فَقَالَ عُمَرُ : اتَّئِدَا، أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ أَقْبَلَ عَلَى الْعَبَّاسِ، وَعَلِيٍّ، فَقَالَ : أَنْشُدُكُمَا بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهِ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمَانِ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، قَالَا : نَعَمْ، فَقَالَ عُمَرُ : إِنَّ اللّٰهَ جَلَّ وَعَزَّ كَانَ خَصَّ رَسُولَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِخَاصَّةٍ، لَمْ يُخَصِّصْ بِهَا أَحَدًا غَيْرَهُ، قَالَ : ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ﴾(الحشر : 7)، مَا أَدْرِي هَلْ قَرَأَ الْآيَةَ الَّتِي قَبْلَهَا أَمْ لَا، قَالَ : فَقَسَمَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَكُمْ أَمْوَالَ بَنِي النَّضِيرِ، فَوَاللّٰهِ! مَا اسْتَأْثَرَ عَلَيْكُمْ، وَلَا أَخَذَهَا دُونَكُمْ، حَتّٰى بَقِيَ هٰذَا الْمَالُ، فَكَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْهُ نَفَقَةَ سَنَةٍ، ثُمَّ يَجْعَلُ مَا بَقِيَ أُسْوَةَ الْمَالِ، ثُمَّ قَالَ : أَنْشُدُكُمْ بِاللّٰهِ الَّذِي بِإِذْنِهٖ تَقُومُ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ، أَتَعْلَمُونَ ذٰلِكَ؟ قَالُوا : نَعَمْ، ثُمَّ نَشَدَ عَبَّاسًا، وَعَلِيًّا، بِمِثْلِ مَا نَشَدَ بِهِ الْقَوْمَ، أَتَعْلَمَانِ ذٰلِكَ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيرَاثَكَ مِنِ ابْنِ أَخِيكَ، وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيرَاثَ امْرَأَتِهٖ مِنْ أَبِيهَا، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ، فَرَأَيْتُمَاهُ كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّهٗ لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، ثُمَّ تُوُفِّيَ أَبُو بَكْرٍ

وَّأَنَا وَلِيُّ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَوَلِيُّ أَبِي بَكْرٍ، فَرَأَيْتُمَانِي كَاذِبًا آثِمًا غَادِرًا خَائِنًا، وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّي لَصَادِقٌ بَارٌّ رَّاشِدٌ تَابِعٌ لِلْحَقِّ، فَوَلِيتُهَا، ثُمَّ جِئْتَنِي أَنْتَ وَهٰذَا، وَأَنْتُمَا جَمِيعٌ، وَأَمْرُكُمَا وَاحِدٌ، فَقُلْتُمَا : ادْفَعْهَا إِلَيْنَا، فَقُلْتُ : إِنْ شِئْتُمْ دَفَعْتُهَا إِلَيْكُمَا عَلٰى أَنَّ عَلَيْكُمَا عَهْدَ اللّٰهِ أَنْ تَعْمَلَا فِيهَا بِالَّذِي كَانَ يَعْمَلُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَخَذْتُمَاهَا بِذٰلِكَ، قَالَ : أَكَذٰلِكَ؟ قَالَا : نَعَمْ، قَالَ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي لِأَقْضِيَ بَيْنَكُمَا، وَلَا وَاللّٰهِ! لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا بِغَيْرِ ذٰلِكَ حَتّٰى تَقُومَ السَّاعَةُ، فَإِنْ عَجَزْتُمَا عَنْهَا فَرُدَّاهَا إِلَيَّ .

’’دن چڑھے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے میری طرف قاصد بھیجا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ سے ملاقات ہوئی، آپ رضی اللہ عنہ کھجور کی چھال سے تیار کردہ ایک چارپائی پر چمڑے کے تکیے پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ فرمایا: آپ کے خاندان سے کچھ افراد آئے ہیں، میں نے ان کے لئے کچھ مال رکھا ہے، لے جائیں اور ان میں تقسیم کر دیں۔ عرض کیا: یہ ذمہ داری کسی اور کو سونپ دیں۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مالک! اسے پکڑ یئے! اسی دوران ان کا دربان یرفا آیا اور عرض کیا: امیر المومنین!

آپ کی خدمت میں سیدنا عثمان، سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف، سیدنا زبیر اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم حاضر ہونا چاہتے ہیں؟ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ سب تشریف لائے۔ یرفا دوبارہ آیا اور عرض کیا: آپ کی خدمت میں سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں بھی اجازت دی۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: امیر المومنین! میرے اور اس جھوٹے، خائن، گناہگار اور دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کر دیجئے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں نے بھی عرض کیا کہ آپ ان کا فیصلہ فرمادیں تاکہ دونوں سکھ کا سانس لیں۔ مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے خیال میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کو انہوں نے ہی بھیجا تھا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ذرا نرمی اختیار کیجیے، پھر فرمایا: میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں، جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان جانتے ہیں: ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، جو ہم چھوڑ جائیں، وہ سب صدقہ ہوتا ہے؟ سب نے کہا: جی ہاں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی فرمایا تھا۔ تب سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا علی و سیدنا عباس رضی اللہ عنہما کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان آپ کے علم میں ہے: ''ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، ہمارا چھوڑا ہوا مال صدقہ ہوتا ہے۔'' انہوں نے اس کی تصدیق کی۔ پھر سیدنا عمر

فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (میں آپ کو مالِ فَے کی تفصیل بتاتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض معاملات میں خصوصیت عطا فرمائی ہے، جو کسی اور کو حاصل نہیں۔ پھر یہ آیت پڑھی: ﴿مَا أَفَاءَ اللّٰهُ عَلٰى رَسُولِهٖ مِنْ أَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ﴾(الحشر : 7)''اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بستیوں سے جو مال دلوایا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کے لئے ہے۔''

مالک بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے پہلی آیت بھی آپ نے تلاوت کی تھی یا نہیں، مجھے یاد نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنونضیر کے مال آپ میں تقسیم فرما دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مال اپنے لیے خاص نہیں کیا، اللہ کی قسم! خود کو ترجیح نہیں دی۔ آپ کو ہی دیا اور آپ ہی پر خرچ کیا، یہاں تک کہ مال بچ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس سے گھر کے سالانہ اخراجات پورے فرما کر باقی ماندہ بیت المال میں جمع فرما دیتے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ آنے والوں سے فرمایا: آپ کو قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جس کے حکم سے زمین و آسمان قائم ہیں، کیا آپ کو معلوم ہے؟ سب نے ہاں میں جواب دیا۔ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما سے بھی یہی سوال کیا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو اس دنیا سے بلا لیا۔ ان کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہوں۔ آپ ان کے پاس

آئے اور ایک (عباس رضی اللہ عنہ) اپنے بھتیجے کی اور یہ دوسرا (علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ کے والد کی طرف سے ملنے والی وراثت لینے ان کے پاس گئے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''ہماری (انبیا کی) وراثت نہیں ہوتی، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہو جاتا ہے''، لیکن آپ دونوں نے انہیں جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھا، حالانکہ اللہ جانتا ہے، وہ اس معاملے میں سچے، مخلص اور برحق تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنے پاس بلا لیا۔ ان کے بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جانشین بنا۔ آپ نے مجھے بھی جھوٹا، گناہگار، دھوکے باز اور خائن سمجھا، حالانکہ اللہ جانتا ہے، میں اس میں سچا، مخلص اور برحق ہوں۔ یہ مال میرے تصرف میں آ گیا۔ پھر آپ میرے پاس آئے۔ آپ کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ آپ دونوں نے مجھ سے اس مال کا مطالبہ کیا۔ میں نے کہا: اگر آپ چاہو، تو میں یہ مال آپ کو اس شرط پر دے سکتا ہوں کہ آپ مجھے اللہ تعالیٰ کے نام پر عہد و پیمان دیں کہ اس مال کا تصرف اسی طریقے کے مطابق کریں گے، جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بارے میں اختیار کرتے تھے۔ آپ نے اسی شرط پر وہ مال لے لیا، کیا بات ایسے ہی ہے؟ دونوں کہنے لگے: جی ہاں! اس پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب آپ مجھ سے اپنے مابین فیصلہ کروانے آ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں آپ کے مابین قیامت تک اس سے ہٹ کر کوئی فیصلہ نہیں کروں گا۔ ہاں! اگر آپ اس مال کے انتظام

سے عاجز آ چکے ہیں، تو اسے واپس کر دیں، (میں اس کا انتظام خود کرلوں گا)۔''

(صحيح البخاري : 3094، صحيح مسلم : 1757، واللّفظ لهٗ)

علامہ نووی رحمہ اللہ (631-676ھ) فرماتے ہیں:

وَأَمَّا قَوْلُ عُمَرَ : جِئْتُمَانِي تُكَلِّمَانِي، وَكَلَّمْتُكُمَا فِي وَاحِدَةٍ، جِئْتَ يَا عَبَّاسُ تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيكَ، وَجَاءَ نِي هٰذَا يَسْأَلُنِي نَصِيبَ امْرَأَتِهِ مِنْ أَبِيهَا، فِيهِ إِشْكَالٌ مَعَ إِعْلَامِ أَبِي بَكْرٍ لَّهُمْ قَبْلَ هٰذَا الْحَدِيثِ، وَأَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : لَا نُورَث، وَجَوَابُهٗ أَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ إِنَّمَا طَلَبَ الْقِيَامَ وَحْدَهٗ عَلٰى ذٰلِكَ، وَيَحْتَجُّ هٰذَا بِقُرْبِهٖ بِالْعُمُومَةِ، وَذٰلِكَ بِقُرْبِ امْرَأَتِهٖ بِالْنُّبُوَّةِ، وَلَيْسَ الْمُرَادُ أَنَّهُمَا طَلَبَا مَا عَلِمَا مَنْعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنَعَهُمَا مِنْهُ أَبُو بَكْرٍ، وَبَيَّنَ لَهُمَا دَلِيلَ الْمَنْعِ، وَاعْتَرَفَا لَهٗ بِذٰلِكَ .

''سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آپ دونوں میرے پاس آئے، اور دونوں کا ایک ہی دعویٰ تھا۔ عباس! آپ مجھ سے اپنے بھتیجے کے ترکہ سے حصہ مانگتے تھے اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا ان کے والد گرامی کی وراثت سے۔ اس سے اشکال پیدا ہوتا ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں پہلے ہی یہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم

''ہمارا (انبیا کا) کوئی وارث نہیں ہوتا۔'' سنادیا تھا، تو دوبارہ کیوں آئے؟
جواب یہ ہے کہ سیدنا علی وعباس رضی اللہ عنہما (وراثت مانگنے نہیں، بلکہ) اس پر نگرانی کا مطالبہ کرنے آئے تھے، ہر ایک کا مطالبہ تھا کہ مال فے کا نگران اسے بنایا جائے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے کی نسبت جتا رہے تھے، جبکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نسبت دامادی۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ وہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے اس میراث کا مطالبہ کر رہے تھے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا تھا اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے روکا تھا اور دونوں نے تسلیم کیا تھا۔''

(شرح صحیح مسلم: 74/12)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ (852-773ھ) لکھتے ہیں:

وَفِي ذٰلِكَ إِشْكَالٌ شَدِيدٌ، وَهُوَ أَنَّ أَصْلَ الْقِصَّةِ صَرِيحٌ فِي أَنَّ الْعَبَّاسَ وَعَلِيًّا قَدْ عَلِمَا بِأَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا نُورَثُ، فَإِنْ كَانَا سَمِعَاهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يَطْلُبَانِهٖ مِنْ أَبِي بَكْرٍ؟ وَإِنْ كَانَا إِنَّمَا سَمِعَاهُ مِنْ أَبِي بَكْرٍ، أَوْ فِي زَمَنِهٖ بِحَيْثُ أَفَادَ عِنْدَهُمَا الْعِلْمَ بِذٰلِكَ، فَكَيْفَ يَطْلُبَانِهٖ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْ عُمَرَ؟ وَالَّذِي يَظْهَرُ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ! حَمْلُ الْأَمْرِ فِي ذٰلِكَ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ فِي الْحَدِيثِ الَّذِي قَبْلَهٗ فِي حَقِّ فَاطِمَةَ، وَأَنَّ كُلًّا مِّنْ عَلِيٍّ وَّفَاطِمَةَ وَالْعَبَّاسِ

اعْتَقَدَ أَنَّ عُمُومَ قَوْلِهٖ : لَا نُورَثُ، مَخْصُوصٌ بِبَعْضِ مَا يَخْلُفُهٗ دُونَ بَعْضٍ، وَلِذٰلِكَ نَسَبَ عُمَرُ إِلٰى عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ أَنَّهُمَا كَانَا يَعْتَقِدَانِ ظُلْمَ مَنْ خَالَفَهُمَا فِي ذٰلِكَ، وَأَمَّا مُخَاصَمَةُ عَلِيٍّ وَّعَبَّاسٍ بَعْدَ ذٰلِكَ ثَانِيًا عِنْدَ عُمَرَ، فَقَالَ إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي، فِيمَا رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ مِنْ طَرِيقِهٖ، : لَمْ يَكُنْ فِي الْمِيرَاثِ، إِنَّمَا تَنَازَعَا فِي وِلَايَةِ الصَّدَقَةِ، وَفِي صَرْفِهَا كَيْفَ تُصْرَفُ؟ كَذَا قَالَ، لٰكِنْ فِي رِوَايَةِ النَّسَائِيِّ وَعُمَرَ بْنِ شَبَّةَ مِنْ طَرِيقِ أَبِي الْبُخْتَرِيِّ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّهُمَا أَرَادَا أَنْ يُّقَسَّمَ بَيْنَهُمَا عَلٰى سَبِيلِ الْمِيرَاثِ، وَلَفْظُهٗ فِي آخِرِهٖ : ثُمَّ جِئْتُمَانِي الْآنَ تَخْتَصِمَانِ، يَقُولُ هٰذَا : أُرِيدُ نَصِيبِي مِنَ ابْنِ أَخِي، وَيَقُولُ هٰذَا : أُرِيدُ نَصِيبِي مِنَ امْرَأَتِي، وَاللّٰهِ! لَا أَقْضِي بَيْنَكُمَا إِلَّا بِذٰلِكَ، أَيْ : إِلَّا بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ تَسْلِيمِهَا لَهُمَا عَلٰى سَبِيلِ الْوِلَايَةِ، وَكَذَا وَقَعَ عِنْدَ النَّسَائِيِّ مِنْ طَرِيقِ عِكْرِمَةَ بْنِ خَالِدٍ عَنْ مَّالِكِ بْنِ أَوْسٍ نَّحْوَهٗ، وَفِي السُّنَنِ لِأَبِي دَاوٗدَ وَغَيْرِهٖ، أَرَادَا أَنَّ عُمَرَ يُقَسِّمُهَا لِيَنْفَرِدَ كُلٌّ مِّنْهُمَا بِنَظَرِ مَا يَتَوَلَّاهُ، فَامْتَنَعَ عُمَر مِنْ ذٰلِكَ، وَأَرَادَ أَنْ لَّا

يَقَعَ عَلَيْهَا اسْمَ قَسْمٍ، وَلِذٰلِكَ أَقْسَمَ عَلٰى ذٰلِكَ، وَعَلٰى هٰذَا اقْتَصَرَ أَكْثَرُ الشُّرَّاحِ وَاسْتَحْسَنُوهُ، وَفِيهِ مِنَ النَّظَرِ مَا تَقَدَّمَ، وَأَعْجَبُ مِنْ ذٰلِكَ جَزْم ابْنِ الْجَوْزِيِّ ثُمَّ الشَّيْخِ مُحْيِى الدِّينِ بِأَنَّ عَلِيًّا وَعَبَّاسًا لَّمْ يَطْلُبَا مِنْ عُمَرَ إِلَّا ذٰلِكَ، مَعَ أَنَّ السِّيَاقَ صَرِيحٌ فِي أَنَّهُمَا جاءَ اهُ مَرَّتَيْنِ فِي طَلَبِ شَيْءٍ وَّاحِدٍ، لٰكِنَّ الْعُذْرَ لِابْنِ الْجَوْزِيِّ وَالنَّوَوِيِّ أَنَّهُمَا شَرَحَا اللَّفْظَ الْوَارِدَ فِي مُسْلِمٍ، دُونَ اللَّفْظِ الْوَارِدِ فِي الْبُخَارِيِّ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، وَأَمَّا قَوْلُ عَمَرَ : جِئْتَنِي يَا عَبَّاسُ! تَسْأَلُنِي نَصِيبَكَ مِنَ ابْنِ أَخِيك، فَإِنَّمَا عَبَّرَ بِذٰلِكَ لِبَيَانِ قِسْمَةِ الْمِيرَاثِ، كَيْفَ يُقْسَمُ أَنْ لَّوْ كَانَ هُنَاكَ مِيرَاثٌ، لَا أَنَّهُ أَرَادَ الْغَضَّ مِنْهُمَا بِهٰذَا الْكَلَامِ، وَزَاد الْإِمَامِيُّ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عِنْدَ عُمَرَ بْنِ شَبَّةَ فِي آخِرِهٖ : فَأَصْلِحَا أَمْرَكُمَا، وَإِلَّا لَمْ يَرْجِعْ، وَاللّٰهِ، إِلَيْكُمَا، فَقَامَا وَتَرَكَا الْخُصُومَةَ، وَأُمْضِيَتْ صَدَقَةً، وَزَادَ شُعَيْبٌ فِي آخِرِهٖ، قَالَ ابْنُ شِهَابٍ : فَحَدَّثْتُ بِهٖ عُرْوَةَ، فَقَالَ : صَدَقَ مَالِكُ بْنُ أَوْسٍ، أَنَا سَمِعْتُ عَائِشَةَ تَقُولُ، فَذَكَرَ حَدِيثًا، قَالَ : وَكَانَتْ

هٰذِهِ الصَّدَقَةُ بِيَدِ عَلِيٍّ مَّنَعَهَا عَبَّاسًا، فَغَلَبَهٗ عَلَيْهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، وَالْحَسَنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، وَهِيَ صَدَقَةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقًّا، وَرَوٰى عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَّعْمَرٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ مِثْلَهٗ، وَزَادَ فِي آخِرِهٖ : قَالَ مَعْمَرٌ : ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ حَسَنٍ حَتّٰى وَلّٰى هٰؤُلَاءِ، يَعْنِي بَنِي الْعَبَّاسِ، فَقَبَضُوهَا، وَزَادَ إِسْمَاعِيلُ الْقَاضِي أَنَّ إِعْرَاضَ الْعَبَّاسِ عَنْهَا كَانَ فِي خِلَافَةِ عُثْمَانَ، قَالَ عُمَرُ بْنُ شَبَّةَ : سَمِعْتُ أَبَا غَسَّانَ، هُوَ مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى الْمَدَنِيُّ، يَقُولُ : إِنَّ الصَّدَقَةَ الْمَذْكُورَةَ الْيَوْمَ بِيَدِ الْخَلِيفَةِ يَكْتُبُ فِي عَهْدِهٖ، يُوَلِّي عَلَيْهَا مِنْ قِبَلِهٖ مَنْ يَّقْبِضُهَا، وَيُفَرِّقُهَا فِي أَهْلِ الْحَاجَةِ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ، قُلْت : كَانَ ذٰلِكَ عَلٰى رَأْسِ الْمِائَتَيْنِ، ثُمَّ تَغَيَّرَتِ الْأُمُورُ، وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ .

''اس حدیث میں سخت اشکال ہے، یہاں صراحتاً موجود ہے کہ سیدنا عباس اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما دونوں اس فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واقف تھے: ہم (انبیا) اپنی کوئی وراثت نہیں چھوڑتے۔ اگر انہوں نے یہ حدیث نبی

کریم ﷺ سے سنی تھی، پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے وراثت کا مطالبہ کیوں کیا؟ اور اگر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سنی یا ان کے دور خلافت میں اس علم سے مستفید ہوئے تھے، تو انہوں نے بعد میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس کا مطالبہ کیوں کیا؟ معاملات کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے، مگر جو بات میری سمجھ میں آئی، وہ یہ ہے کہ اس حدیث کو سیدہ فاطمہ والی حدیث پر محمول کیا جائے گا، یہ حدیث گزر چکی ہے۔ چیک یعنی سیدنا علی، سیدہ فاطمہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہم تینوں یہ نظریہ رکھتے تھے کہ «لَا نُورَثُ» والی حدیث سے نبی کریم ﷺ کے بعض ورثا کو استثنا حاصل ہے، بعض کو نہیں۔ اس لئے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں کی طرف منسوب کیا تھا کہ وہ اپنے سے اختلاف کرنے والے کو ظالم خیال کرتے ہیں۔

سیدنا علی اور عباس رضی اللہ عنہما کے مابین ایک تنازعہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی پیش آیا تھا، قاضی اسماعیل کہتے ہیں کہ ان کا یہ تنازعہ میراث میں نہیں بلکہ مال فدک کے تصرف ونگرانی کے بارے میں تھا۔ قاضی صاحب اس حوالے سے سنن دارقطنی کی روایت سے دلیل لیتے ہیں۔

البتہ امام نسائی رحمہ اللہ اور عمر بن شبہ رحمہ اللہ نے ابوالبختری سے ایک روایت نقل کی ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس مال کو بطور وراثت اپنے درمیان تقسیم کرنے کے خواہاں تھے۔ اس حدیث کے آخر میں سیدنا

عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ ہیں کہ ابھی آپ میرے پاس جھگڑا لے آئے ہیں، یہ (سیدنا عباس رضی اللہ عنہ) بھتیجے کی میراث سے حق مانگتے ہیں اور یہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ) اپنی زوجہ محترمہ کے حق مانگتے ہیں۔ اللہ کی قسم! میں یہ مال صرف اسی قاعدے سے تقسیم کروں گا، جسے آپ اس سے قبل تسلیم کر چکے ہیں، اس پر صرف آپ نگران ہوں گے۔ (یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے، ابوالبختری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع نہیں ہے۔)

امام نسائی رحمہ اللہ (4148 : وسندہ صحیح) نے عکرمہ بن خالد کے ایک دوسرے طریق سے بھی اسی طرح کی بات نقل کی ہے۔ سنن ابی داوٗد وغیرہ میں ہے۔ وہ دونوں یہ چاہتے تھے کہ ان کے لئے مال کی نگرانی تقسیم کر دی جائے، جو زمین جس کے حصے میں آئے، وہ اس پر نظر رکھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے روک دیا، وہ رضی اللہ عنہ چاہتے تھے کہ اس مال پر تقسیم کا لفظ نہ بولا جائے، سو انہوں نے ایسا نہ کرنے کی قسم اٹھائی۔ اکثر شارحین نے اتنی بات پر اکتفا کیا ہے اور اسی کو نگاہِ تحسین سے دیکھا ہے، مگر یہ گزشتہ بات محل نظر ہے، اور اسسے بھی قابل تعجب بات حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ اور حافظ نووی رحمہ اللہ کی ہے کہ سیدنا علی اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہما دونوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے یہی مطالبہ کیا تھا، حالانکہ حدیث کے سیاق سے واضح ہے کہ وہ دونوں ہر مرتبہ ایک ہی چیز کا مطالبہ لے کر آئے تھے۔ مگر حافظ ابن الجوزی اور حافظ نووی رحمہما اللہ کی طرف سے یہ عذر مانا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شرح کرتے ہوئے صرف صحیح مسلم کے الفاظ مدنظر

رکھے تھے اور صحیح بخاری کے الفاظ کی طرف توجہ نہیں کی، واللہ اعلم! رہا سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ عباس! آپ نے میرے پاس آ کر بھتیجے کی میراث سے حصے کا مطالبہ کیا تھا، تو اس قول سے ان کی مراد صرف میراث کی تقسیم کا بیان تھا کہ اگر یہ واقعی میراث ہے، تو اسے کیسے تقسیم کیا جائے؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد ان دونوں صحابہ کی گفتگو کی تحقیر نہیں تھا۔ امامی نے اس روایت میں کچھ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں، جنہیں عمر بن شبہ نے ابن شہاب سے نقل کیا ہے، جس کے آخری الفاظ ہیں: آپ دونوں اپنے معاملے کی اصلاح کر لیں، ورنہ اللہ کی قسم! دوبارہ یہ مال آپ کے پاس نہیں آئے گا، اس پر وہ دونوں وہاں سے چلے گئے اور اپنے تنازع کو ختم کر دیا۔ اس مال کو بطور صدقہ ہی جاری رکھا گیا۔ اس روایت کے آخر میں راوی شعیب نے یہ الفاظ زائد بیان کیے ہیں: ابن شہاب کہتے ہیں کہ میں نے عروہ رحمہ اللہ سے یہ حدیث بیان کی، تو انہوں نے فرمایا: سیدنا مالک بن اوس رضی اللہ عنہ نے سچ بیان کیا ہے، میں نے خود سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو فرماتے سنا، پھر انہوں نے حدیث کا پورا قصہ بیان کیا۔ عروہ نے کہا: یہی وہ صدقہ ہے، جس کا انتظام پہلے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو اس میں شریک نہیں کیا تھا اور وہ اس معاملے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ پر غالب رہے۔ اس کے بعد یہ صدقہ سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے انتظام میں آ گیا، پھر امام علی بن حسین رحمہ اللہ پھر امام حسن بن حسن رحمہ اللہ

اور پھر امام زید بن حسن رحمہ اللہ کے انتظام میں آ گیا اور یہ یقیناً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ تھا۔ امام عبد الرزاق رحمہ اللہ نے معمر کے واسطے سے زہری سے اسی طرح روایت کی ہے، البتہ آخر میں یہ الفاظ زیادہ بیان کیے ہیں کہ معمر نے کہا: پھر وہ مال عبداللہ بن حسن رحمہ اللہ کے انتظام میں آ گیا، یہاں تک کہ بنو عباس اس کے والی بن گئے۔ اسماعیل قاضی رحمہ اللہ نے یہ الفاظ بڑھائے ہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس سے اعراض کیا تھا۔ عمر بن شبہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو غسان محمد بن یحییٰ مدنی کو کہتے سنا: اس وقت مذکورہ صدقہ کا انتظام خلیفہ وقت کے پاس ہے، وہ اسی کے سپرد کر دیتا ہے، جس کے قبضہ میں سابقہ حکمران کے دور میں تھا، وہ شخص شہر کے ضرورت مندوں میں تقسیم کرتا ہے۔ میں (ابن حجر) کہتا ہوں کہ یہ نظام دو صدیوں تک چلتا رہا، پھر اس میں تبدیلی آ گئی۔“

(فتح الباري شرح صحيح البخاري : 207/6)

❁ سیدنا ابو طفیل عامر بن واثلہ لیثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

جَاءَ تْ فَاطِمَةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَقَالَتْ : يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! أَنْتَ وَرِثْتَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْ أَهْلُهٗ؟ قَالَ : لَا، بَلْ أَهْلُهٗ، قَالَتْ : فَمَا بَالُ الْخُمُسِ؟ فقَالَ : إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ : إِذَا أَطْعَمَ اللّٰهُ نَبِيًّا طُعْمَةً ثُمَّ قَبَضَهُ، كَانَتْ لِلَّذِي يَلِي بَعْدَهُ، فَلَمَّا وَلِيتُ رَأَيْتُ أَنْ أَرُدَّهُ عَلَى الْمُسْلِمِينَ، قَالَتْ : أَنْتَ وَرَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَمُ، ثُمَّ رَجَعَتْ .

''سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور عرض کیا: خلیفہ رسول! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث آپ ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث نہیں ہوں، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: تو مالِ خمس کا کیا بنے گا؟ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تھا: ''جب اللہ اپنے نبی کو کوئی مال عطا فرماتا ہے، پھر اپنے پاس بلا لیتا ہے، تو اس مال کا نظم ونسق خلیفہ وقت کے ہاتھ میں ہوگا۔'' چنانچہ میں خلیفہ بنا، تو مناسب سمجھا کہ یہ مال مسلمانوں میں تقسیم کر دوں۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس معاملے میں آپ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں، پھر آپ رضی اللہ عنہا چلی گئیں۔''

(مسند الإمام أحمد : 4/1، السّنن الكبرٰى للبيهقي : 303/6، والسياق لهٗ، وسندهٗ حسنٌ)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

وَقَدْ رُوِّينَا أَنَّ فَاطِمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا احْتَجَّتْ أَوَّلًا بِالْقِيَاسِ

وَبِالْعُمُومِ فِي الْآيَةِ الْكَرِيمَةِ، فَأَجَابَهَا الصِّدِّيقُ بِالنَّصِّ عَلَى الْخُصُوصِ بِالْمَنْعِ فِي حَقِّ النَّبِيِّ، وَأَنَّهَا سَلَّمَتْ لَهُ مَا قَالَ، وَهٰذَا هُوَ الْمَظْنُونُ بِهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا .

''روایت ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اولاً آیت کریمہ کے عموم سے قیاس کرتے ہوئے اسے دلیل بنایا تھا، لیکن جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے واضح نص سے اس کا جواب دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث کے بارے میں تقسیم نہ ہونے کا حکم خاص ہے، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر لیا۔ جگر گوشۂ رسول سے یہی امید رکھی جا سکتی تھی۔''

(البداية والنّهاية : 309/5)

① سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ : ﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾(بني إسرائيل : 26) دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ .

''جب آیت (بنی اسرائیل: ۲۶:۱۷) نازل ہوئی کہ اپنے عزیز و اقارب کو ان کا حق دیجئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر باغِ فدک دے دیا۔''(مسند البزّار (كشف الأستار) : 2223)

لیکن یہ روایت باطل ہے۔

عطیہ عوفی کو جمہور محدثین کرام نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

(تهذيب الأسماء واللّغات للنّووي : 48/1، طرح التّثريب لابن العراقي :

42/3، مجمع الزّوائد للهيثمي : 412/1، البدر المنير لابن الملقّن : 463/7، عمدة القاري للعيني : 250/6)

اسے امام یحییٰ بن سعید قطان، امام احمد بن حنبل، امام یحییٰ بن معین، امام ابو حاتم رازی، امام ابو زرعہ رازی، امام نسائی، امام ابن عدی، امام دارقطنی، امام ابن حبان اور علامہ جوزجانی وغیرہم رحمہم اللہ نے ''ضعیف'' قرار دیا ہے۔

اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہو گیا تھا، حافظ ابن الجوزی رحمہ اللہ کہتے ہیں:

أَمَّا عَطِيَّةُ، فَاجْتَمَعُوا عَلٰى تَضْعِيفِهٖ .

''عطیہ عوفی کے ضعیف ہونے پر محدثین کرام نے اتفاق کر لیا ہے۔''

(الموضوعات : 386/1)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: مُجْمَعٌ عَلٰى ضُعْفِهٖ .

''اس کے ضعف پر محدثین کا اجماع ہے۔'' (المغني في الضّعفاء : 62/2)

حافظ ابن ملقن رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهُوَ ضَعِيفٌ بِإِجْمَاعِهِمْ .

''یہ باتفاقِ محدثین ضعیف ہے۔'' (البدر المنير : 313/5)

یہ تدلیس کی بری قسم میں ملوث تھا۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ضَعِيفُ الْحِفْظِ، مَشْهُورٌ بِالتَّدْلِيسِ الْقَبِيحِ .

''یہ کمزور حافظے والا تھا اور بری تدلیس کے ساتھ مشہور تھا۔''

(طبقات المدلّسين، ص : 50)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ زیر بحث روایت کے بارے لکھتے ہیں:

هٰذَا بَاطِلٌ، وَلَوْ كَانَ وَقَعَ ذٰلِكَ لَمَا جَاءَ تْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا تَطْلُبُ شَيْئًا، هُوَ فِي حَوْزِهَا وَمِلْكِهَا.

''یہ روایت باطل ہے، اگر واقعی ایسا ہوتا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اس کا مطالبہ کرنے نہ آتیں، جو پہلے ہی ان کی ملکیت اور قبضہ میں تھی۔''

(میزان الاعتدال: 135/3)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

وَهٰذَا الْحَدِيثُ مُشْكَلٌ لَوْ صَحَّ إِسْنَادُهٗ، لِأَنَّ الْآيَةَ مَكِّيَّةٌ، وَفَدَكُ إِنَّمَا فُتِحَتْ مَعَ خَيْبَرَ سَنَةَ سَبْعٍ مِنَ الْهِجْرَةِ، فَكَيْفَ يَلْتَئِمُ هٰذَا مَعَ هٰذَا؟

''اگر اس کی سند صحیح ہو، تو بھی اس میں اشکال ہے، کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور فدک تو سات ہجری میں خیبر کے ساتھ فتح ہوا۔ بھلا اس آیت کو واقعہ فدک کے ساتھ کیسے ملایا جا سکتا ہے؟''

(تفسیر ابن کثیر: 69/5، بتحقیق الدکتور سلامۃ)

② خلیفہ ثانی، سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے:

لَمَّا كَانَ الْيَوْمُ الَّذِي تُوُفِّيَ فِيهِ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُويِعَ لِأَبِي بَكْرٍ فِي ذٰلِكَ الْيَوْمِ، فَلَمَّا كَانَ مِنَ الْغَدِ جَاءَ تْ فَاطِمَةُ إِلٰى أَبِي بَكْرٍ مَّعَهَا عَلِيٌّ، فَقَالَتْ: مِيرَاثِي

مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ أَبِي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَمِنَ الرِّثَّةِ أَوْ مِنَ الْعُقَدِ؟ قَالَتْ : فَدَكُ وَخَيْبَرُ وَصَدَقَاتُهُ بِالْمَدِينَةِ أَرِثُهَا، كَمَا يَرِثُكَ بَنَاتُكَ إِذَا مِتَّ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ : أَبُوكِ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِنِّي، وَأَنْتِ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّنْ بَنَاتِي، وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَا نُورَثُ، مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ، يَعْنِي هٰذِهِ الْأَمْوَالَ الْقَائِمَةَ، فَتَعْلَمِينَ أَنَّ أَبَاكِ أَعْطَاكِهَا، فَوَاللّٰهِ! لَئِنْ قُلْتِ : نَعَمْ، لَأَقْبَلَنَّ قَوْلَكِ وَلَأُصَدِّقَنَّكِ، قَالَتْ : جَائَتْنِي أُمُّ أَيْمَنَ، فَأَخْبَرَتْنِي أَنَّهُ أَعْطَانِي فَدَكَ، قَالَ : فَسَمِعْتِهٖ يَقُولُ : هِيَ لَكِ؟ فَإِذَا قُلْتِ : قَدْ سَمِعْتُهُ، فَهِيَ لَكِ، فَأَنَا أُصَدِّقُكِ، وَأَقْبَلُ قَوْلَكِ، قَالَتْ : قَدْ أَخْبَرْتُكَ مَا عِنْدِي .

''جس دن رسول اللہ ﷺ اس دنیا سے رخصت ہوئے، اسی دن سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی گئی۔ دوسرا دن ہوا، تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، انہوں نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کہا: میرے والد رسول اللہ ﷺ کی میراث مجھے دی جائے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اسباب خانہ داری سے یا جائیداد سے؟ سیدہ نے کہا: میں فدک، خیبر اور صدقات مدینہ کی اسی طرح وارث ہوں، جس طرح وفات کے بعد آپ کی بیٹیاں آپ کی

وارث ہوں گی۔سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کے والد مجھ سے بہتر تھے اور اللہ کی قسم! آپ میری بیٹیوں سے بہتر ہیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''ہم (انبیا) کسی کو وارث نہیں بناتے، ہم جو کچھ چھوڑ جائیں، وہ صدقہ ہوتا ہے۔'' آپ کی مراد یہی اموال موجودہ تھے۔ آپ کو یقین ہے کہ آپ کے والد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اموال آپ کو دے دیئے ہیں؟ اللہ کی قسم! اگر آپ ہاں کہہ دیں، تو میں آپ کی تصدیق کروں گا۔ سیدہ نے کہا: میرے پاس سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے مجھے اطلاع دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک مجھے دے دیا ہے۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا آپ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فدک آپ کے لئے ہے۔ اگر آپ یہ کہہ دیں، تو میں آپ رضی اللہ عنہا کی تصدیق کروں گا اور آپ کی بات مان لوں گا اور آپ کو یہ حصہ دے دوں گا۔سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جو دلیل میرے پاس تھی، اس سے میں نے آپ کو آگاہ کر دیا ہے۔''

(الطّبقات الکبریٰ لابن سعد : 241/2)

جھوٹ کا پلندہ ہے، جسے محمد بن عمر واقدی ''کذاب ومتروک'' نے جمع کیا ہے۔

③ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا۞يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾

(مریم : 5-6).

''(زکریا علیہ السلام نے دُعا کی: اے میرے ربّ) مجھے اپنی جناب سے اولاد

عطا فرما، جو میری اور آلِ یعقوب کی وارث بنے۔''

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل : 16)

''سلیمان علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام کے وارث بنے۔''

ان دونوں مقامات پر انبیا کرام کی وراثت سے مراد مال و جائیداد نہیں، بلکہ علم نبوت اور حکمت ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ (700-774ھ) فرماتے ہیں:

﴿يَرِثُنِي﴾ عَلٰى مِيرَاثِ النُّبُوَّةِ، وَلِهٰذَا قَالَ : ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ (مریم : 4)، كَمَا قَالَ تَعَالٰى : ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾ (النمل : 16)، أَيْ فِي النُّبُوَّةِ، إِذْ لَوْ كَانَ فِي الْمَالِ لَمَا خَصَّهُ مِنْ بَيْنِ إِخْوَتِهِ بِذٰلِكَ، وَلَمَا كَانَ فِي الْإِخْبَارِ بِذٰلِكَ كَبِيرُ فَائِدَةٍ، إِذْ مِنَ الْمَعْلُومِ الْمُسْتَقِرِّ فِي جَمِيعِ الشَّرَائِعِ وَالْمِلَلِ أَنَّ الْوَلَدَ يَرِثُ أَبَاهُ، فَلَوْلَا أَنَّهَا وِرَاثَةٌ خَاصَّةٌ لَّمَا أَخْبَرَ بِهَا، وَكُلُّ هٰذَا يُقَرِّرُهُ وَيُثْبِتُهُ مَا صَحَّ فِي الْحَدِيثِ.

''﴿يَرِثُنِي﴾ **سے مراد میراث نبوت ہے، اسی لیے فرمایا گیا:** ﴿وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾ (مریم : ٤) **''وہ میرا اور آلِ یعقوب کا وارث بنے۔'' جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:** ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ﴾

(النمل : 16) ''سلیمان علیہ السلام، داوٗد علیہ السلام کے وارث بنے۔'' یہاں بھی نبوت میں وارث بننا مراد ہے۔ اگر اس سے مالی وراثت مراد ہوتی، تو سیدنا زکریا علیہ السلام انہیں ان کے بھائیوں میں سے کیوں خاص کرتے؟ نیز مالی وراثت کی بات بتانا کوئی بڑا فائدہ نہ تھا، جبکہ تمام شریعتوں اور مذہبوں میں مسلسل یہ ریت چلی آ رہی ہے کہ باپ کی میراث میں اولاد وارث ہوتی ہے۔ اگر یہ میراث خاص نہ ہوتی، تو اس کی خبر دینے کی ضرورت کیا تھی؟ احادیث صحیحہ یہی پتہ دیتی ہیں۔''

(تفسیر ابن کثیر : 213/5، بتحقیق الدکتور سلامة)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

''اسی موقف کو امام ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں اختیار کیا ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر : 213/5، بتحقیق الدکتور سلامة)

الحاصل: اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ انبیائے کرام کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی، بلکہ ان کا چھوڑا ہوا مال ومتاع صدقہ ہوتا ہے۔

سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے باغِ فدَک کو بطورِ وراثت تقسیم کرنے سے صرف اس لیے انکار کیا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا ہوا تھا ''انبیا کی وراثت تقسیم نہیں ہوتی۔'' سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبے پر انہوں نے یہی حدیث پیش فرمائی۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے باغِ فدَک کا بطورِ وراثت مطالبہ ان کی اجتہادی خطا تھی۔ اہل بیت میں سے کسی نے بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس وجہ سے ملامت نہیں کیا، نہ ہی سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں فدَک کو بطورِ وراثت تقسیم کیا۔

لہٰذا فدک کے معاملے کو بنیاد بنا کر خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو غاصب قرار دینا عقلاً یا نقلاً کسی طرح بھی درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محبت صحابہ پر زندہ رکھے اور اسی پر موت دے۔